ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

غلام عباس کے افسانوں کا سماجی بیانیہ

SOCIAL NARRATIVE OF GHULAM ABBAS'S SHORT STORIES

Dr. Sadaf Fatima
Assistant Professor Department of Urdu University of Karachi
Dr Sajid Nadeem
E.S.T Punjab School Education Department
Saddique
Lecturer Department of Urdu University of Swabi

Abstract
Ghulam Abbas is considered a prominent and important pillar of Urdu fiction. He gave new horizons to Urdu literature with his fiction and his work was appreciated not only in Urdu literature but also at the international level. Ghulam Abbas's short stories, despite being short, reflect a complete world, which is a testament to his artistic skill and deep insight. Ghulam Abbas holds a unique place in Urdu literature. On the one hand, his stories reflect the realities of life, and on the other hand, they describe human emotions and social problems with great honesty. Apart from literature, his stories also leave a deep impact on the topics of philosophy, psychology and sociology. Ghulam Abbas's style is simple, but effective. There is depth and insight in his writings, which not only entertains the reader but also forces him to think about life. Despite being short, his stories contain a complete world within them, which is a testament to his artistic skill. Ghulam Abbas's short stories paved new paths in Urdu literature and laid the foundation of a standard literature for future generations. His short stories still hold a special place in Urdu literature and are a beacon for the new generation of writers. This article is based on the social narrative of Ghulam Abbas.

Keywords : *Ghulam Abbas, prominent and important pillar of Urdu fiction, artistic skill, philosophy, psychology, sociology.*

اردو کے افسانوی ادب میں غلام عباس اپنے منفرد اسلوب اور تکنیک کے حوالے سے ایک خاص مقام کے حامل ہیں۔ ان کے افسانوی مجموعوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ آنندی (۱۹۴۸ء)
۲۔ جاڑے کی چاندنی (۱۹۶۰ء)
۳۔ کن رس (۱۹۶۹ء)
۴۔ رینگنے والے (۱۹۸۰ء)

اس فہرست سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے کم لکھا مگر جو بھی لکھا معیار پر کبھی سمجھوتا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو افسانہ غلام عباس کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے۔

غلام عباس ایک حقیقت پسند افسانہ نگار ہیں۔ وہ اس قدر چابک دستی سے زندگی کے حقیقی واقعات کو اپنے افسانوں میں سمو لیتے ہیں کہ حقیقی زندگی کی مصروفیت ہم پر آشکارا ہو جاتی ہے۔ ان کے لیے افسانہ نگاری محض ایک فن نہیں بلکہ حقیقت کا ایک روشن تصور ہے۔

غلام عباس کے کئی افسانوں مثلاً "فینسی ہیئر کٹنگ سیلون"، "سرخ جلوس"، "اندھیرے میں"، "اس کی بیوی" اور "حمام میں" میں حقیقت پسندی کے ایسے معیارات برتے گئے ہیں کہ قاری حیران رہ جاتا ہے کہ کیا واقعی حقیقت اس طرح تلخ بھی ہو سکتی ہے؟ دوسرا یہ کہ بندہ یہ سوچتا ہے کہ افسانوی ماحول

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

سے باہر یہ کچھ بھی ہو سکتا ہے؟اس کے علاوہ ان کے کچھ افسانوں کے کردار بھی افسانویت سے باہر بھی زندگی کے حقائق کی کھلی تصویریں ہیں۔اس حوالے سے حسن عسکری یوں لکھتے ہیں:

"۔۔۔غلام عباس کی دلچسپی اور تحقیق و تفتیش کا مرکز یہ احساس ہے کہ انسان کے دماغ میں دھوکا کھانے کی بڑی صلاحیت ہے، بلکہ فریب خوردگی کے بغیر اس کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے اور وہ ہر قیمت پر کسی نہ کسی طرح کا ذہنی فریب برقرار رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ان کے مجموعے (آنندی) میں دس افسانے ہیں جن میں سے پانچ کا موضوع وضاحتاً یہی ہے۔"(۱)

غلام عباس کے افسانوں میں سماجیاتی حوالے سے ایسے حقائق بیان کیے گئے ہیں کہ واقعی زندگی کی سچی ترجمانی ہوتی ہے۔ مثلاً""آنندی:ایک ایسا شہر ہے کہ جو چشمِ تصور کے سامنے درجہ بہ درجہ تعمیر ہو کر اپنے نقطۂ عروج پر پہنچنا کس قدر حقیقت سے بھرپور ہے۔اس طرح اس شہر کے نئے سرے سے تعمیر ہونے سے غلام عباس کے حسن تعمیر کا پتا چلتا ہے۔ساتھ ساتھ غلام عباس متن کی معنویت کے اس طرح سے آشکارا کر دیتے ہیں کہ یہ کمال لگتا ہے۔اس طرح ان کے افسانوں کے اختتام بھی باکمال ہوتے ہیں جن میں وہ اپنے واقعات کی تکمیل کو ایک ایسے نقطے پر جا کر ختم کر دیتے ہیں کہ قاری ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔

غلام عباس کے افسانوں میں اگرچہ حقیقت نگاری کی نہ کوئی توجیہہ پیش کی گئی ہے اور نہ کوئی تفصیل بلکہ یہ دکھانا مقصود ہوتا ہے کہ ہماری حقیقی دنیا کس قدر تلخ ہو سکتی ہے۔اسی طرح اس دنیا میں بغض، لالچ، حرص، ہوس، نفرت، حقارت اور جنگ و غلامی کے علاوہ ایثار و امن، محبت و عطا، صبر و شکر اور امن و آزدی بھی پائے جاتے ہیں، جس سے یہ دنیا جنت بن سکتی ہے۔ساتھ ساتھ ان کے افسانوں میں کھوج اور تجسس کے عناصر بھی انھیں دلچسپ بناتے ہیں۔ مثلاً افسانے "بہروپیا" میں ایک کردار کے بارے میں دیگر کردار مدن اور اسلم اکثر و بیش تر تجسس کا شکار رہتے ہیں اور یوں کہتے ہیں:

"اسلم آؤ اس بہروپیے کا پیچھا کریں اور دیکھیں کہ وہ کہاں رہتا ہے، اس کا گھر کیسا ہے۔اس کا کوئی نہ کوئی میک اپ روم تو ہو گا ہی، شاید اسی تک ہماری رسائی ہو جائے۔پر میں یہ بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی اصلی صورت میں کیسا لگتا ہے۔"(۲)

بعد میں ان دونوں کی جستجو رائیگاں چلی جاتی ہے اور اس بہروپیے کی شخصیت کی کئی پرتیں اترتی چلی جاتی ہیں۔وہ کبھی بھنگن" کے روپ میں رہا، کبھی "مہاجن"، تو کبھی "گوالا"، ساتھ ساتھ "تانگہ بان" بھی رہا تو "سرمہ فروش" بھی۔لیکن پیاز کے چھلکوں کی طرح درمیان سے خالی ہی رہا۔یوں اس افسانے میں تجسس و جستجو کے کمالات عروج پر پہنچ جاتے ہیں۔اس حوالے سے ایک حیرت انگیز اقتباس ملاحظہ ہو:

"میں اور مدن حیرت زدہ ہو کر بہروپیے کو دیکھنے لگے۔ ہمیں اپنی آنکھوں پر یقین نہ آتا تھا مگر اس نے سچ مچ سرمہ فروشی شروع کر دی تھی۔دو تین آدمی اس کے آس پاس کھڑے ہوئے اور اس سے باری باری آنکھوں میں سرمے کی سلائی لگوانے لگے۔
ہم جلد ہی وہاں سے رخصت ہو گئے۔ بہروپیے کو اس کے اصلی روپ میں دیکھنے کا خیال چھوڑ دیا۔"(۳)

مذکورہ افسانے میں بہروپیے کے مختلف روپ اس طرح سے عیاں ہوتے ہیں کہ "رئیس" کا روہ ظاہر دار لوگوں کی علامت تھا۔"تانگہ بان" کا روپ نامعلق کی طرف سفر ظاہر کرتا تھا۔"پنواڑی" سے زندگی کی کلی چمک دمک ظاہر ہوتی ہے۔اسی طرح "سرمہ فروش" سے مذہب اور اعتقاد ظاہر ہوتا ہے اور ان سارے روپوں سے محنت اور توانائی جیسی خصوصیات ظاہر ہوتی ہیں۔اس کی وجہ یہی ہے کہ معاشرتی جبر اور ناانصافی کی وجہ سے انسان مختلف بہروپ بھرتا ہے اور اس طرح جبریت کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔یوں وہ اپنی زندگی کے دن رات گزارتا رہتا ہے۔

"حمام میں" انسانی مزاج کی نزاکتوں سے بھرپور افسانہ ہے جس میں بڑے ہی طویل انداز میں پیچیدہ صورتِ حال سے تخلیق کار نے انسانی خباثتوں کا پردہ چاک کیا۔یہی وجہ ہے کہ غلام عباس نے اس افسانے کو اپنے پسندیدہ افسانوں کی فہرست میں رکھا ہے۔افسانے کا آغاز ہی چونکا دینے والے جملوں سے ہوتا ہے:

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

"اس کا نام تو تھا اشرف النساء بیگم مگر اس کے ملنے جلنے والے اسے کامریڈ شریف کامریڈ شریف کہا کرتے تھے (اس جملے کو قلم زد کیا گیا ہے) وہ چھوٹے سے قد کی چھوٹی سی عورت تھی۔"(۴)

ان کے افسانے "آنندی" میں بھی انسانی خوبیوں اور خصلتوں کی تہذیبی روشوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ انسان کی محرومیاں اور بے بسی معاشرہ کے کھوکھلے تضادات کے منہ پر ایک طمانچہ ہیں، کیوں کہ اس سے معاشرہ کی بنیادیں ہلتی ہیں۔ انسان کی محرومیاں اس سے عجیب حرکتیں کرواتی ہیں جس سے وہ معاشرتی اقدار کی بے رخی کا شکار ہو جاتا ہے اور وہ معاشرے میں یکہ و تنہا رہ جاتا ہے اور اس سے غلط فیصلے سرزد ہونے لگتے ہیں۔

اس افسانے میں یہی کچھ اپنے پورے شد و مد کے ساتھ نظر آتا ہے۔ اس افسانے میں ایسے کردار اپنا رنگ دکھاتے نظر آتے ہیں۔ غلام عباس کی یہ خوبی ہے کہ وہ اشاروں کنایوں میں انسانی زندگی کی بوالعجبیوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح افسانے کے بعض کردار ایسے بھی ہیں جو تھوڑی دیر کے لیے سامنے آ کر پوری افسانوی فضا پر اپنی چھاپ چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ کردار بے شمار کہی اور اَن کہی داستانیں سنا کر معاشرے کی کجیوں اور کوتاہیوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہی خشمگیں حقائق ہیں جو غلام عباس کے مختلف افسانوں میں جابجا بکھرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس طرح کے افسانے غلام عباس کے اپنے فن اور موضوع دونوں اعتبار سے ان کے بیش تر مجموعوں میں ملتے ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

"فنی اعتبار سے غلام عباس نے زندگی کی ایک چھوٹی سی کاوش کو موضوع بنانے کے بجائے زندگی کے وسیع تر اجتماعی احساس کو افسانے میں سمونے کی کاوش کی ہے۔ بلاشبہ اس کا افسانہ پوری زندگی کو محیط کرتا ہے اور نہ وہ ناول کے موضوع کو سمیٹ کر افسانے میں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ اس نے زمانی اور مکانی حدود کو کچھ زیادہ درخود اعتنا نہیں سمجھا، شخصی زاویے سے اس کا افسانہ کسی ایک کردار کو دائرہ نور میں نہیں لاتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ زندگی کی معنوی وسعتوں کو سمیٹتا اور اسے متعدد کرداروں کی حرکات و سکنات اور اعمال و افعال سے روشنی عطا کرتا ہے۔"(۵)

چوں کہ غلام عباس کے تمام افسانوں میں "آنندی" مرکزی حیثیت رکھتا ہے اس لیے اس افسانے کے مرکزی خیال پر بات کی جائے۔ اس میں شہر بھر کے معززین بلدیہ اپنے شہر سے طوائفوں کو نکالنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ وہ خواتین ان کا فیصلہ مان لیتی ہیں لیکن ان میں سے چند صاحبِ حیثیت طوائفیں شہر سے باہر نسبتاً ایک غیر آباد علاقے میں بستی بنا لیتی ہیں۔ رفتہ رفتہ ان کے ساتھ دیگر لوگ بھی آ کر مکانات بنا لیتے ہیں۔ یوں آہستہ آہستہ یہ ایک شہر کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن طوائفوں کی بد قسمتی یہ ہوتی ہے کہ دوبارہ بلدیہ کے ممبران جمع ہو جاتے ہیں اور از سرِ نو ان کو نکالنے کا فیصلہ کر دیتے ہیں۔ اس حوالے سے افسانے سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"۔۔۔اور پھر حضرات! آپ یہ بھی خیال فرمائیے کہ ان کا قیام شہر کے ایک ایسے حصے میں ہے جو نہ صرف شہر کے بیچوں بیچ عام گزرگاہ ہے بلکہ شہر کا سب سے بڑا تجارتی مرکز بھی ہے، چنانچہ ہر شریف شہری کو چار و ناچار اس بازار سے گزرنا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں شرفا کی پاک دامن بہو بیٹیاں اس بازار کی تجارتی اہمیت کی وجہ سے یہاں آنے اور خرید و فروخت کرنے پر مجبور ہیں۔ صاحبان! جب یہ شریف زادیاں ان آبرو باختہ، نیم عریاں بیسواؤں کے بناؤ سنگار کو دیکھتی ہیں تو قدرتی طور پر ان کے دل میں بھی آرائش و دل ربائی کی نئی نئی امنگیں اور ولولے پیدا ہوتے ہیں اور وہ اپنے غریب شوہروں سے طرح طرح کے غازوں لونڈوں، زرق برق ساریوں اور قیمتی زیورات کی فرمائشیں کرنے لگتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کا پُر مسرت گھر، ان کا راحت کدہ ہمیشہ کے لیے جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے۔"(۶)

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

اس کی وجہ یہ ہے کہ طوائفوں کو معاشرے میں ادنیٰ حیثیت حاصل ہے اور انھیں کم تر سمجھا جاتا ہے۔ ہر کسی کے لہجے میں ان کے لیے طنز و تشنیع کے عوامل پائے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جسم فروشی کسی بھی مذہب میں قابلِ نفریں خیال کی جاتی ہے۔ لیکن یہی وجہ ہے کہ اس افسانے میں غلام عباس سماجی و معاشرتی اقدار سے ہٹ کر انسانی تہذیب و معاشرے کے ابدی رشتوں کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ہر روز تیسرے پہر گاؤں کا ایک کبابی سر پر اپنے سامان کا ٹوکرا اٹھائے آجاتا اور خوانچہ والی بڑھیا کے پاس زمین پر چولہا بنا کر کباب، کلیجی، دل اور گردے سیخوں پر چڑھا بستی والوں کے سامنے میدان میں دھوپ سے بچنے کے لیے پھونس کا ایک چھپر ڈال تنور گرم کرنے لگی کبھی کبھی ایک نوجوان دیہاتی نائی پھٹی پرانی کسبت گلے میں ڈالے جوتی کی ٹھوکروں سے راستے کے روڑوں کا لڑھکاتا ادھر ادھر گشت کرتا دیکھنے میں آجاتا۔"(۷)

ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو جس میں بستی کے لیے بجلی اور ایک عدد ڈاک خانہ منظور ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

"اس بستی میں آبادی تو خاصی ہو گئی تھی مگر ابھی تک بجلی کا انتظام نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ ان بیواؤں اور بستی کے تمام رہنے والوں کی طرف سے سرکار کے پاس بجلی کے لیے درخواست بھیجی گئی جو تھوڑے دنوں بعد منظور کر لی گئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک ڈاک خانہ بھی کھول دیا گیا۔ ایک بڑے میاں ڈاک خانے کے باہر ایک صندوقچے میں لفافے، کارڈ، قلم، دوات رکھ کر بستی کے لوگوں کے خط پتر لکھنے لگے۔"(۸)

جس طرح چھوٹی سی بستی ترقی کرتی ہوئی ایک شہر کا روپ دھار لیتی ہے بالکل اسی طرح آہستہ آہستہ اس بستی میں بھی ضرورت کی مختلف اشیا اور عوام کی سہولت کاری کے لیے مختلف سرکاری محکمے چلنے لگے، عوام کی فلاح و بہبود کے کام ہونے لگے۔ یوں یہ بستی بڑی ہو کر ایک چھوٹے سے شہر کا منظر پیش کرنے لگی۔ شہر کے نام کے حوالے سے ایک حوالہ یہ ہے:

"شروع شروع میں کئی سال تک یہ شہر اپنے رہنے والیوں کی مناسبت سے "حسن آباد" کے نام س موسوم کا جاتا رہا، مگر بعد میں اسے نامناسب سمجھ کر اس میں تھوڑی سی ترمیم کر دی گئی یعنی بجائے "حُسن آباد" کے "حَسن آباد" کہلانے لگا مگر یہ نام چل نہ سکا۔ کیوں کہ عوام حُسن او حَسن میں امتیاز نہ کر پائے۔ آخر بڑی بڑی بوسیدہ کتابوں کی ورق گردانی اور پرانے بوسیدہ نوشتوں کی چھان بین کے بعد اس کا اصل نام دریافت کیا گیا جس سے یہ بستی آج سے سینکڑوں برس قبل اجڑنے سے پہلے موسوم تھی اور وہ نام ہے "آنندی"۔"(۹)

"آنندی" جیسا افسانہ لکھنا غلام عباس کا ہی کمال ہو سکتا تھا۔ وجہ یہ ہے کہ اس افسانے میں انھوں نے حقیقت پسندی کو خوب صورت انداز سے برتا ہے اور معاشرتی کجیوں اور کوتاہیوں کی زبردست منظر کشی کی ہے۔ معاشرتی منافقوں پر طنز کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ سفید پوش اور اعلیٰ طبقوں کے درمیان رسہ کشی کو بہت ہی اچھے انداز میں سامنے لایا گیا ہے۔ بیواؤں کے مسائل پر بحث کی گئی ہے اور اس طرح افسانہ نگاروں نے فکری اور فنی نقطہ نظر سے اس فسانے کو ہر لحاظ سے بہترین اور پُر اثر بنانے کی سعی کی ہے۔ غلام عباس کے دیگر افسانے بھی "آنندی" کے اثرات سے خالی نہیں ہیں۔ اگرچہ "آنندی" ۱۹۴۰ء کے قریب لکھا گیا تھا لیکن بعد میں اس کے اثر سے افسانہ نگار خود کو جدا نہ کر سکے۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

حوالہ جات

۱۔ محمد حسن عسکری، مقالات حسن عسکری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۳۱۵

۲۔ غلام عباس، مجموعہ غلام عباس، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۵۱۲

۳۔ ایضاً، ص ۵۱۳

۴۔ ایضاً، ص ۱۲۹

۵۔ انور سدید، اردو افسانے کی کروٹیں، مکتبہ عالیہ، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۱۴۵

۶۔ غلام عباس، مجموعہ غلام عباس، ص ۱۵۸

۷۔ ایضاً، ص ۱۶۴

۸۔ ایضاً، ص ۱۷۲

۹۔ ایضاً، ص ۱۷۴